

تعالل، عادات اور عرف

اسلامی قانون کی نظر میں

ساجد الرحمن صدیقی

عرف کے لغوی معنی عرف یعنی عرف عرفانا یعنی عرفان کے معنی علم کے ہیں۔ اسی سے اعتراف ہے۔ رجل عرف خوب پہچاننے والا عرفہ الامر کے معنی میں کسی کو بتلانا، روشناس کرانا، عترفہ بیکتہ اس کا گھر بتلادیا عترفہ ذیلاً میں نے اسے زید کے بارے میں بتلایا۔ تعارف القوم، ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ حدیث لفظ میں آیا ہے فان جاء من یعترفها یعنی وہ شخص آگیا جو اس چیز کو اس کی صفت کے ساتھ جانتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے :-

واظہرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض

ہر نہر کے جاننے والے کو عرف کہتے ہیں۔ کائن کو بھی عرف کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

من اتى عرفا او کاہنا فقد كفر بما انزل علی محمد

یہاں عرفان سے مراد منجم ہے کہ وہ امور غیب جاننے کا دعویٰ کر رہے۔

معروف، چہرے کو کہتے ہیں کہ انسان اس سے پہچانا جاتا ہے۔ معارف اور معارف کے معنی ہیں چہرے

کی خوبصورتی اور حسن۔

سردار کو عرفیہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کی سیاست سے باخبر ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ :-

العرفاء حق والعرفاء في النار

طاؤس نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ اهل القرآن عرفاء اهل الجنة انہوں نے فرمایا جنت کے عرفاء۔

معروف منکر کی ضد ہے اور عرف منکر کی ضد ہے۔ الزجاج نے کہا کہ معروف پسندیدہ افعال ہیں چنانچہ قرآن الہی وانتمسروا بینکم بمعروف کے معنی کپڑے اور چادر کے بیان کئے گئے ہیں قرآن میں ہے "والمسلمات عرفا" بعض مفسرین نے اس کی تفسیر عرف واحسان سے کی ہے۔

عرف اور معروف وہ بات ہے جسے نفس انسانی اچھا سمجھے اور اس پر مطمئن ہو جائے۔ احادیث میں معروف کا لفظ متعدد مقامات پر آیا ہے جس کا مفہوم طاعت الہی تقرب اور احسان ہے۔ یعنی ایسے اچھے کام جسے دیکھ کر لوگوں کو ناگواری نہ ہو حدیث میں ہے :

“أهل المعروف في الدنيا هم أهل المعروف في الآخرة”

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ معروف منکر کی ضد ہے اور معروف اچھے کام ہیں۔

عرف العرب، جبل والارض پہاڑ کی یا ٹیلہ کی یا زمین کی اونچائی کو کہا جاتا ہے، اس کی

جمع اعراف ہے قرآن میں ہے۔

“وعلی الاعراف رجال”

عرفۃ اور عرفات اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ یہاں باہم متعارف ہوتے ہیں!

عادات کے لغوی معنی :-

عادت کا لفظ عود سے بنا ہے۔ جس کے معنی لٹنے لٹانے کے ہیں قرآن کریم میں ہے۔ ہوالذی

یبدی الخلق ثم یعیده، جوہر کہتے ہیں کہ عاد یعود عوداً تعوداً کے معنی ہیں رجوع

یعنی لٹنا۔ مجاورہ ہے رجعت عودی علی بکری یعنی میں جس طرح آیا اسی طرح لٹ گیا

قرآن میں ہے کہا بئراکم تعودون

عائدہ اس صلہ کو کہتے ہیں جو دوبارہ دیا جائے کہ عواد وہ کھانا جو کسی کو عید میں علیحدہ دیا جائے ، جو صری کہتے ہیں کہ عواد وہ کھانا ہے جس میں سے کچھ کھا لیا گیا ہو اور وہی کھانے والے کے سامنے دوبارہ دکھا جائے عواد کے معنی وہ راستہ جس پر دوبارہ سفر کیا جائے۔

عید جو خوشی یا غمی بار دگر آئے عادی کے معنی ہیں قدیم شے ، بیسے عادی سے قدیم کنواں۔
غرض عرف کی لغوی تعریف بہت دلچسپ رہی ہے۔ عرف بمعنی جان لیا اور اس سے اسم عرف جانی پہچانی چیز کے معنی میں آیا ہے آگے چل کر اس معروف سے قوم کی جانی پہچانی تسلیم شدہ بات دستور اور رواج کے معنی نکل آئے۔^۳

عرف و رواج کو ہمیشہ قانون سازی کے ایک ماخذ ہونے کی حیثیت حاصل رہی ہے؟ بالخصوص قدیم ادوار میں رواج و عادات ہی قانون کی اساس ہوا کرتے تھے، اور رسم و رواج ہی سے معاشرے کی مختلف صورتیں پیدا ہوتی گئیں اور یہی رسم و رواج مندرجہ ذیل، اخلاق اور معاملات دنیاوی کی بنیاد بن گئے۔ عدالتوں کے قیام اور تدوین قانون کے بعد رسم و رواج کی اہمیت کم ہوتی گئی مگر دور حاضرہ کے معاشرے میں تو ان کا حصہ بہت ہی کم نظر آتا ہے۔

رومی قوانین کی تاریخ میں قانون کا اصل ماخذ رسم و رواج ہی تھا، سب سے پہلے رسم و رواج کو بارہ تختیوں پر لکھا گیا اور پوسٹیانوس کے عہد تک یہی قانون جاری رہا، اس کا قول تھا کہ قانون غیر مدون رسوم و عادات سے ماخوذ ہے جس پر رواج عام پسندیدگی کی مہر ثبت کرتا ہے فرانس کے شمالی صوبوں میں رسم و رواج ہی قانون تھا لہذا ان صوبوں کو شریعت عرفیہ کے حاکم کہتے تھے، مگر اس کی اہمیت قانون نپولین اور دیگر قوانین کے بعد کم ہو گئی ہے اور اب رواج کا اثر صرف چند قوانین میں باقی رہ گیا ہے۔ اسی لئے آج کل فرانس کے بہت کم علاقے قانون شریعت عرفیہ

پر قلم اٹھاتے ہیں، لیکن انگلستان اور امریکہ میں جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں معروف عالم بھی قانون سازی کے اساسی اصول میں شمار ہوتا ہے، البتہ عدالتی فیصلوں میں پرانے رسم و رواج کو بحیثیت نظر انداز و امثال نظر انداز نہیں کیا جاتا۔

حاصل کلام یہ کہ اقوام عالم کے قوانین کی تاریخ میں رسم و رواج کا بڑا حصہ ہے اگرچہ پہلے کی نسبت رسم و رواج کی اہمیت بہت کم ہے پھر بھی قوانین جدیدہ میں انہیں کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ جو رسم و رواج قانون کی تدوین سے پہلے دستور العمل تھا جدید قوانین بھی دراصل انہی کا نقش ثانی ہیں اور اسی ترمیم کی مختلف صورتیں ہیں جو رسم و رواج میں اب تک ہوتی رہی ہیں۔

اسلام سے قبل قدیم روایات اور رسم و رواج ہی عربوں کے تمدن اور معاشرت کی بنیاد تھے، اسی رسم و رواج میں دین ابراہیم کے باقی ماندہ آثار بھی شامل تھے اور عیسائیت اور یہودیت کے بھی کچھ اثرات تھے اور باقی ان کے جغرافیائی ماحول اور ان کے غیر اقوام سے روالہا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے رسوم و رواج تھے۔

عرب کے تمام رسوم و رواج کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ تمام کے تمام پہلی شریعتوں یا مخصوص دین ابراہیمی سے ماخوذ تھے، یہ کہے ہو سکتا ہے کہ عرب اور غیر عرب میں کسی اور طریقے سے رائج معقول رواج کا وجود ہی نہ رہا ہو یا معاشرتی فلاح و بہبود سے متعلق کوئی عمل درآمد اور عرف پایا ہی نہ جاتا ہو۔ مثلاً حضرت عبدالمطلب نے ایک کاہنہ عورت کی تجویز پر سو اونٹ دیت مقرر کی تھی۔

غرض عرب کے رسوم و رواج متعدد ماخذوں سے مستفاد تھے ڈاکٹر جواد علی نے ان کی بڑی دلچسپ اور عمدہ تفصیل دی ہے جن کا اختصار کے ساتھ درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

قبل اسلام اہل عرب کا عرف

نماز، عبادت کے اہل عرب میں کھانے پینے کے معاملات کے بارے میں حلال و حرام کے مستقل احکام

موجود نہیں تھے بلکہ اس کا مدار قبائل کے عرف پر تھا۔ چنانچہ جب اسلام میں مردار کے کھانے کے حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تو قریش کو اس پر تعجب ہوا چونکہ قریش ہر طرح کی اشیاء مردار، گلا گھونٹ کر مارے ہوئے اور گر کر مرے ہوئے سماندر، درندوں کا پس خوردہ، اور تلوں کی قربان گاہ پر چڑھائے ہوئے جانور کھایا کرتے تھے۔

کبھی وہ بکری کے گلے کو تھوڑا سا کاٹتے تھے اور اسے چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ مر جاتی اسی کو وہ ذبح سمجھا کرتے تھے اور اسے وہ شہرِ یسطہ کہتے تھے۔

بعض مذہبی رہنما اور قبیلے کے سردار اپنے اوپر بعض چیزوں کو حرام کر لیتے تھے۔ جیسے کہ ان میں سے بعض نے اپنے اوپر شراب کو حرام کیا ہوا تھا۔

کہتے ہیں کہ جاہلیت میں جوئے کی حرمت کا فیصلہ سب سے پہلے اقرع بن جابس نے کیا اور سب سے پہلے جاہلیت میں ربیعہ ابن خزیمہ نے رجم کیا۔ اکثر بن صفی جو عرب کا دانشور کہلاتا تھا اس نے یہ فیصلہ دیا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے۔ ولید ابن مغیرہ نے زمانہ جاہلیت میں چوری پر پانچ ماٹھے کی سزا دی تھی اور علیؑ کے دادا عبدالطلب نے سوانٹ دیت متعین کی۔ مزدلقہ میں قس بن کلاب نے آگ روشن کی اور تہیل ابن ساعدہ نے سیکر میں توحید کا اظہار کیا۔

اہل عرب اپنے صرف اور اپنی عادات کے بے حد پابند تھے۔ جرأت ان کے دلوں میں بیٹھ جاتی اور ذہنوں میں روح پس جاتی اور مذہب جیسا درجہ حاصل کر جاتی اسے وہ عرف سمجھا کرتے تھے اور کسی کو عرف کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں تھی۔ یعنی قبیلے کا عرف ہی اس کا دین ہوتا تھا عرف ہی سے حلال حرام کا تعین ہوتا اور قبیلے کے سرداروں اور حکام کے فیصلے، قانونی ماخذ تصور ہوتے تو قبیلوں کی ذہنیت اور ان کے مزاج سے ہم آہنگ ہوتے اور سب کے مفاد میں ہوتے، چونکہ خلاف ورزی سے نقصان ہوتا اور اس طرح یا حکام قانون کا درجہ حاصل کر لیتے تھے۔

ان کے عرف اور لازمی احکام میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ وہ معاہدوں اور معاملات کا احترام کرتے تھے۔

۲۔ حرام مہینوں کا احترام کرتے اور کسی کو اس وقت لڑنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

۳۔ مقدس جگہوں کا احترام کرتے حتیٰ کہ اگر کسی شخص کی جان لینی ہوتی اور وہ کعبہ میں پناہ لے لیتا

تو وہ مامون متعمور ہوتا۔

حرم میں واپسی سے اپنے آپ یا اپنی اونٹنی کے گلے میں مکہ کے پتے لٹکالیتے اور اپنے گھروں تک مامون پہنچ جاتے اور ان سے کوئی زیادتی نہ کرتا چونکہ میثاقِ عہد اور وعدہ کی پابندی سب کے نزدیک لازم تھی۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے مذہبی شعائرِ اصنام اور بت خانے تھے جہاں وہ عبادت کرتے نماز پڑھتے سجدہ کرتے طواف کرتے تدریس مانتے اور صحت و عافیت اور اولاد کی دعائیں مانگتے تھے۔

صلوٰۃ کی کوئی واضح صورت نہیں ملتی ماسوائے یہود و نصاریٰ کے جو اپنے کلیسا میں مقررہ اوقات پر فریضہٴ صلوٰۃ انجام دیتے تھے۔

سورج کے پرستار یا شمس پرست دن میں تین مرتبہ نماز پڑھتے تھے۔ یعقوبی نے کہا ہے کہ جب کوئی قبیلہ حج بیت اللہ کو اتا تو اپنے بت کے سامنے کھڑا ہوتا اور وہاں نماز پڑھتا اور پھر لپک کہتا۔

زمانہ جاہلیت میں عیسائیوں اور یہودیوں کے یہاں روزہ متعارف تھا اور یہی روایات میں ملتا ہے کہ قریش بھی یوم عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

بعض اہل جاہلیت صوم کلام بھی رکھا کرتے تھے۔ اہل عرب میں خفقہ کا رواج تھا۔ مُردوں کے نہلانے کا ذکر بھی کلام عرب میں ملتا ہے۔ اسی طرح مُردوں کو دفن کرنے کا ذکر بھی شاعروں کے ہاں

ملتا ہے۔

علامہ یعقوبی لکھتے ہیں کہ اہل عرب کے مذاہب مختلف تھے چونکہ مختلف ملتوں کے لوگوں سے ان کا میل جمل تھا اور سفر کرتے رہتے تھے چنانچہ قریش اور مدینہ کے خاندان حضرت ابراہیم کے دین پر تھے بیت اللہ کا حج کرتے مناسک انجام دیتے۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے۔ حرام مہینوں کی تعظیم کرتے برائی اور ظلم کو بُرا سمجھتے اور حرام پر سزا دیا کرتے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے دین میں سے بہت سے امور داخل کر لئے جن کا تعلق ان کے عرف اور اخلاق و عمل کے ضابطوں سے تھا۔ اور ان باتوں کا تعلق اس دور سے تھا جب اہل عرب بیت پرستی میں مبتلا ہوئے تھے۔

عرف قرآن کی منظر میں

بعد ازاں ہم قرآن و سنت میں عرف و عادت اور تعامل کے بارے میں وارد بعض شواہد کا ذکر کریں گے۔ قرآن کریم میں تقریباً ۳۹ مقامات پر عرف اور معروف کا لفظ آیا ہے۔ لفظ المعروف درج ذیل ۳۲ مقامات پر آیا ہے۔ البقرہ آیت ۱۷۸، ۱۸۰، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۳، آل عمران آیت ۱۰۳، ۱۱۰، ۱۱۴، النساء آیت ۶، ۱۹، ۲۵، ۱۱۴، الاعراف آیت ۱۵۷، التوبہ آیت ۶۷، ۶۸، الحج ۴، لقمان ۱۷، محمد آیت ۲۱، الممتحنہ آیت ۲، ۲، ۶۔

معروفاً چھ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

البقرہ آیت ۲۳۵، النساء آیت ۸۰، ۵، لقمان آیت ۱۵، الاحزاب آیت ۳۲، ۶

العرف، ایک جگہ الاعراف آیت ۱۹۹

اور ہر جگہ اس لفظ سے مراد جانا پہچانا، خوشگوار پسندیدہ اور نیکی کا عمل ہے اور معروف کے لفظ سے ایسے عمل اور طریقے کی جانب اشارہ ہوا ہے جو معاشرے میں ایک اچھے اور پسندیدہ رواج کے طور پر متعارف ہو۔

عرف نکر کی ضد ہے نکر کا لفظ عبرانی زبان میں نکر ہے۔ نکر کے معنی نامعلوم غیر متعارف کے ہیں اور عرف کے معنی جانے پہچانے اور معلوم و متعارف کے ہیں اور معروف عرف کا اسم مفعول ہے جس کا مطلب پہچاننے کی مہمائی اور اچھائی ہے جس کا اولین سرچشمہ وحی الہی اور نبوت ہے۔ چنانچہ ابن جریر طبری نے آل عمران کی آیت ۱۰ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

قوله تأمرون بالمعروف یعنی تأمرون باللہ ورسوله والعمل
بما امر به یعنی تأمرون عن المنکر یعنی و تسمون المشرك باللہ و تکذيب
رسوله وعن العمل بما نهى عنه۔

(الطبری: جامع البيان في تفسير القرآن، ج ۴، ص ۳۰)

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ

مردود کی اصل یہ ہے اگر ایک چیز جانی پہچانی ہو اور خدا پر ایمان رکھنے والے اسے برا نہ سمجھیں تو اسے کرنا اچھا ہوگا اور پسندیدہ ہوگا۔ خدا کی اطاعت کو بھی اسی لئے معروف کہا گیا ہے کہ یہ ایمان والوں کے علم میں ایک ایسا عمل ہے جسے کرنا انہیں ناگوار نہیں ہے۔ (الطبری بحوالہ مذکور)

بعد ازاں الاعراف کی آیت ۱۹۹ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

عربوں کی بول چال میں عرف اسم مصدری ہے اور معروف کے معنی میں آتے ہیں اور معروف یہ ہے کہ بے کس کی حمایت کی جلنے، محتاج کو دیا جائے اور زیادتی کرنے والے کو معاف کر دیا جائے فرض تمام اعمال جن کا خدا نے حکم دیا یا ان کی تعریف کی عرف ہیں (الطبری، ج ۹، ص ۱۰۶)

خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاهلین۔

(الاعراف: ۱۹۹)

امام رازی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ :

والمعروف هو كل امر عرف انه لا بد من الاتيان به وان وجوده
خير من عدمه^{۱۲}

(معرفة ہر وہ امر ہے جو جانا پہچانا ہو، اس کا کرنا ضروری ہو اور اس کا وجود اس کے عدم سے بہتر ہے)
ابو بکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

والمعروف هو ما حسن في العقل فعله ولم يكن منكرا عند ذوى العقول

الصحيحية (ع ۳ ص ۳۸)

معرفة (عرف) وہ ہے جس کا کرنا عقلی طور پر پسندیدہ ہو اور وہ عقل سلیم رکھنے والوں
کے نزدیک ناپسندیدہ بھی نہ ہو۔^{۱۳}

نیز آیت

وعلى المولى دلہ رزق لمن وكسوتهم بالمعروف کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

فاذا شطت المرأة تطبت من النفقة اكثر من المقاد

والمعارف لشلها لم تعط وكذا لك اذا قصر الزوج عن مقدار نفقه

مثلها في العرف والعادة لم يحل لك وايجبر على نفقه مثلها۔

(ع ۱ ص ۲۰۲)

”جب عورت یہ زیادتی کر رہی ہو کہ عام طور پر عرف میں اس کے ہم جنسوں کے لئے جتنا نان نفقہ
دیا جاتا ہو اس سے زیادہ کا وہ مطالبہ کرے تو اس کو نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر شوہر اتنے
نفقہ میں بھی کمی کرے جو اس کے ہم جنسوں کے لئے متعارف اور معتاد ہے۔ تو اس کے لئے جائز نہیں
ہے۔ اور اس کو اتنا نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا۔“

پھر قانون سازی میں اس کی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وفي هذا الآية هلاله على تسوية اجتهاد الراى في احكام العواطف

اذلا وصل الى تقدير النفقة بالمعروف الامن جهة غالب الظن والكثير
المرائے اذا كان ذلك معتبراً بالعادة وكل ما كان بيناً على العادة قبيله الاجتهاد
وغالب الظن (ايضاً)

اس آیت میں نئے پیش آمدہ مسائل میں رائے کے ذریعہ اجتہاد سے کام لینے کے حوازی کی دلیل موجود
ہے اس لئے معروف کے مطابق نفقہ کا اندازہ کرنے میں گمان غالب اور رائے و قیاس ہی سے زیادہ
ترکام لینا چلتا ہے۔ جب یہ قابل اعتبار عرف و عادت کی وجہ سے ہے اور جو چیز عرف و عادت
پر مبنی ہوتی ہے۔ اس میں اجتہاد اور گمان غالب یا امتداد کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

اسی طرح تافضی ابن عربی ماکہ اس آیت میں لفظ معروف کی تشریح کرتے ہوئے امام مالک اور امام
شافعی کی رائے لکھتے ہیں۔

وهو عند مالك والشافعي اصل في اللاتضاع وفي كل عمل حمل العرف
والعادة في مثل ذلك العمل ولولا انه معروف ما دخله الله تعالى في المعروف
(ص ۲۰۳)

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ آیت اجرت برضاعت اور اس طرح کی تمام اجرتوں
کے لئے اصل ہے اور اس طرح کے جتنے کام ہیں ان سب کو عرف و عادت پر محمول کیا جائے گا۔ اگر
یہ معروف پر مبنی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے معروف میں داخل نہ کرتا۔

عرض عرف میں مفسرین کے نزدیک تمام بوجہی اجہی باتیں داخل ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اس
لئے اس عموم میں زیر بحث اصطلاحی مفہوم بھی داخل متصور ہوگا۔

مزید یہ کہ قرآن کریم نے فرمایا کہ:

ما جعل الله عليكم في الدين من حرج (المائدہ : ۶)

ما یزید اللہ لیجعل علیکم من حرج (الحج : ۸۷)

اور اچھے اور پسندیدہ عرف کی خلاف ورزی میں تنگی اور حرج ہے اس لئے عرف کے الماخذ الفرعی (SUPPLEMENTARY SOURCE OF LAW) قرار دینے کے ضمن میں اس آیت سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عرف سنت کی نظر میں

مذکورہ قرآنی آیات کے علاوہ متعدد احادیث میں معروف کا لفظ آیا ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ :

ان هند بنت عتبة قالت یا رسول اللہ ان اباسفیان جہل شیعہ ولس

یعطینی ما یکفینی وولدی الاماخذت منه وهو لا یعلم فقال خذی

ما یکفیک وولدک بالمعروف !^{۱۴}

ہند بنت عتبہ نے عرض کی یا رسول اللہ ابوسفیان بے حد خلیل آدمی ہے مجھے میری اور میرے بچے کی

ضرورت کے مطابق نہیں دیتا الایہ کہ میں اس کی لاعلمی میں از خود لے لوں، آپ صلعم نے فرمایا کہ تم

اپنی اور اپنے بچے کی کفالت کے بقدر معروف کے ساتھ لے لیا کرو

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔

باب من اجری امرالامصار علی ما یتعارفون بینہم فی البیوع والاعیادۃ

والمکیال والمیزان ومنتہم علی نیا تمہم ومذاہبہم المشہورۃ

(خرید و فروخت، ٹیکہ اور ناپ تول میں ہر شہر کے لوگوں کے عرف ان کے رسم و رواج تینوں اور

مشہور طریقوں پر حکم جاری ہوگا۔)

اس باب میں ایک حدیث تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی، اس کے علاوہ دو احادیث اور روایت

کی ہیں جو درج ذیل ہیں :

عن ابن ماکثؓ قال حجج رسول اللہ ابو طیبۃ فامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولبصاع من تسروا مراھلہ ان یخفوا عنہ من خراجہ۔

حضرت انس بن ماکثؓ سے مروی ہے کہ ابو طیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچنے لگنے آپ صلعم نے اپنے گھر والوں کو اسے ایک ماع (غلہ) دینے کا حکم فرمایا اور اپنے عمال کو حکم دیا کہ اس کا خراج کم کر دیں۔

عن عائشہؓ تقول (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف) انزلت فی والی الیتیم الذی یقیم علیہ ویصلح فی مالہ ان کان فقیرا اکل منه بالمعروف!۱۵

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فلینا کل بالمعروف کی تفسیر میں فرمایا کہ یتیم کے سرپرست کے بارے میں نازل ہوئی جو اس کی تربیت کرے اور اس کے مال کی دیکھو بھال کرے، اگر وہ تنگ دست ہو تو دستور کے مطابق اس کے مال میں سے کھلے۔

ان احادیث کے ذکر کرنے سے پہلے امام بخاری نے ترجمۃ الباب (باب کے عنوان میں بعض آثار ذکر فرمائے اور اشارہ بھی فرمایا کہ ہندوالی حدیث میں قول نبوت دراصل آیت قرآنی (فلینا کل بالمعروف) کی تفسیر ہے۔

آثار کے ضمن میں حضرت تشریح کا یہ قول نقل کیا کہ آپ نے سوت بچنے والوں سے فرمایا کہ تمہارے رسم و رواج ہی کے مطابق حکم دیا جائے گا۔

بعد ازاں یہ اثر ذکر کیا کہ دس کی چیز گیارہ میں فروخت کرنے اور اخراجات کے حصہ کا قطع لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس کے بعد بیان کیا کہ :

حسن نے عبداللہ بن مرواس کا ایک گدھا کر ایہ پر لیا اور پوچھا کہ کتنا کر ایہ ہوگا اس نے کہا کہ دو دانق پھر اس پر سوار ہو گئے پھر دوسری مرتبہ آئے تو کہا کہ گدھا چاہیے۔ اس پر سوار ہو گئے اور کہا بیٹے نہیں کیا اور عبداللہ کو نصف درہم بھیج دیا۔

ابن المنیر کہتے ہیں کہ امام بخاری نے جو ترجمۃ الباب (باب کا عنوان) قائم کیا ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ ظاہر الفاظ اور عرف پر اعتماد کیا جائے۔

اشبات الاعتقاد علی العرف^{۱۴}

مثلاً اگر کوئی شخص کوئی سامان اس کرسی کے ساتھ فروخت کرے جو مروج نہیں تو جائز نہیں ہے اسی طرح یہ بھی درست نہیں ہوگا کہ تاپ یا تول کے ذریعے فروخت ہونے والی شے کو ایلیز تاپ تول کے فروخت کر دیا جائے۔

شافعی مسلک کے فقیہ قاضی حسین کہتے ہیں کہ

ان الرجوع الی العرف احد القواعد الخمسة التي بينى عليها الفقه -

(عرف ان قواعد پنجگانہ میں سے ایک ہے جن پر فقہ کی اساس قائم ہے)

چنانچہ اضافی صفات میں احکام کے اسباب دریافت کرنے کے لئے عرف کی جانب رجوع کیا جائے گا۔ مثلاً ثمن مثل، مہر مثل اور زکوٰۃ کفالت افراد کے اخراجات وغیرہ۔

مقداروں کے تعین میں عرف کی طرف رجوع ہوگا، جیسے سن یا اس اور مدت محل غیر منضبط افعال میں عرف کی جانب رجوع ہوگا مثلاً اعیانے موت، قبضہ، ودیعت رکھنے، ہدیہ دینے، غصب کرنے اور عادیت سے فائدہ اٹھانا وغیرہ، کسی امر سے تخصیص ہوتی ہو اس میں بھی عرف مد نظر رکھا جائے گا۔ جیسے الفاظ اطلاق و وقف وصیت نقد و ادبیمالوں کی مقداریں وغیرہ^{۱۴}۔

حافظ ابن حجر حضرت شریح سے منقول قول سمعتمکم بینکم کے بارے میں فرماتے ہیں

کہ حضرت شریح کے پاس غرضاً اپنا کوئی نزاع لے گئے اور ان سے بیان کیا کہ اس معاملہ میں ہمارے بیان کا مروج طریقہ یہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ

سنتکم بینکم۔

تمہارے دستور کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر دس کشتے گیارہ میں فروخت کرنے کا عرف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح حضرت حسنؓ کا اثر ہے کہ انہوں نے پہلے معاملہ پر اتمام دکتے ہوئے دوسری مرتبہ معاملہ نہیں کیا اسی بنا پر امام بخاریؒ نے ان آثار کو اس باب میں ذکر کیا ہے اور یہی امر احادیث سے بھی عیاں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرف پر اتمام دکتے ہوئے ابو طیب سے معاملہ نہیں کیا اسی طرح ہند کے واقعہ میں اخراجات کی کوئی تحدید نہیں فرمائی بلکہ اس کا مدار عرف پر رکھا اور یہی جلال حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کا ہے جس میں آپؐ نے قرآنی آیت کی تفسیر فرمائی کہ یتیم کا والی (سرپرست) یتیم کے مال میں سے عرف کے مطابق اخراجات لے سکتا ہے۔^{۱۹}

غرض اس سے مراد وہ مقدار ہے جو عادت کے مطابق معروف ہو۔

بعد ازاں فرماتے ہیں کہ

قال القرطبي فيه اعتبار العرف في الشرعية خلافا لمن انكر ذلك لفظا

وعمل به معنى كالشافعية والشافعية انما انكروا العمل بالعرف اذا

عارضه النص الشرعي اولم يرشده النص الشرعي الى العرف^{۲۰}

القرطبي کہتے ہیں کہ شرعی امور میں عرف کا اعتبار ہے جبکہ شافعی فقہاء لفظاً تو انکار کرتے ہیں لیکن

معنی وہ بھی تسلیم کرتے ہیں اور ان کے نزدیک عرف پر عمل اس وقت درست نہیں ہے جب وہ نص شرعی

کے معارض ہو یا نص شرعی عرف کی جانب رہنمائی نہ کرتی ہو۔

مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تائید نخل کے ضمن میں فرمایا کہ

انتم اعلم بما موروثکم

(تم لوگ اپنے زری امور سے واقف ہو)

ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ

ما دلہ المسلمون هنا فہو عند اللہ حسن -
۲۱ (جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے)

یہ اثر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر موقوف ہے اور اس کا رافع ثابت نہیں ہے۔

قال العلامی لم اجدہ مرقیہ عانی شئی من کتب الحدیث اصلا ولا بسند
ضعیف بعد طول البعث وکثرة الکشف والسؤال والماہو من قول عبد اللہ
بن مسعود موقوفاً علیہ اخرجه الامام احمد فی مسندہ -
۲۲ (العلامی کہتے ہیں کہ میں نے اس اثر کو مرفوعاً کسی بھی حدیث کی کتاب میں نہیں پایا حتیٰ کہ ضعیف سند

سے بھی نہیں حالانکہ میں نے اس کی بہت تلاش و تحقیق کی اور اہل علم سے استفسار کیا، درحقیقت یہ

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں موقوفاً روایت کیا ہے)

عرف اور رواج کا فرق

اس مقام پر یہ وضاحت تاگزیر ہے کہ اسلامی قانون میں رواج کو بطور اصطلاح استعمال نہیں کیا گیا اور

یہ قرآن و سنت نے اس لفظ کو استعمال کیا بلکہ عرف کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رواج ہر اچھے

بے ، معقول اور غیر معقول معاشرتی روش کو شامل ہے، جبکہ عرف ایسے معاشرتی طور طریقے ہیں جو

جانے بچانے پسندیدہ، گوارا، معقول اور فطرت سلیمہ سے ہم آہنگ ہوں۔

A custom must be reasonable. The authority of usage is not absolute, but conditional on certain measure of conformity with justice and public utility. (Salmond on jurisprudence, P.P. 199 maxwell 1966).

فقہاء کے نزدیک عرف و عادت

السید شریف الجرجانی فرماتے ہیں

العرف بما استقرت النفوس بشهادة العقول وتلقته الطبائع بالقبول
وهو حجة أيضا لكنه أسرع إلى الفهم وكن العادة وهي ما استمر الناس على
حكم العقول وعادوا ليدرسه بعد بخرى

وجبات یا عمل عقل کی شہادت سے لوگوں کے نفوس میں جاگزیں ہو جائے اور طبائع اسے قبول کر لیں وہ
حجت ہے کیونکہ اس طرح کی بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے یہی عادت کا حکم ہے یعنی عقل کے حکم کے
مطابق جس پر لوگ جم جائیں اور بار بار اس کا اعادہ کریں

عرف کی تعریف یہ ہے کہ جمہور لوگ اس کام کے عاقلانہ ہوں وہ ان کے درمیان شائع ہو یا کوئی لفظ ہو
تو وہ اس کے مخصوص اطلاق سے متعارف ہو اور اس لفظ کے سنتے ہی ان کا ذہن اس مفہوم کی جانب متوجہ
ہوتا ہو۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ :

عرف و عادت یہ ہے کہ کلمہ فعل یا طسریق عقلی طوریہ پر لوگوں کے ہنگامے نفوس میں
اس طرح جاگزیں ہو جائے کہ فطرت سلیمہ اسے قبول کرے اور اسلامی دنیا کے سلیم بطبع لوگ اس
کے عادی ہو جائیں بشرطیکہ وہ نفس شری کے برخلاف نہ ہو۔^{۲۳}

فقہاء نے عرف کی یہ تعریف کی ہے کہ :

عادة جمہود قوم فی قول او عمل

(قول یا عمل میں جمہور کی عادت کا نام عرف ہے۔^{۲۴})

عرف وہ جس پر اپنی زندگی گزارنے کے لئے لوگوں کی جماعت متفق ہو جائے اور عادت افراد

جماعت کا بار بار عمل ہے جب کوئی جماعت کسی امر کی عادی ہو جاتی ہے تو وہ ان کا عرف ہو جاتا ہے لہذا جماعت کی عادت اور اس کا عرف نتیجہ کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں اگرچہ مفہوم میں دونوں مختلف ہیں لیکن جماعت سے جو مخصوص ہے اس میں دونوں مل جاتے ہیں۔^{۲۳}

العادة عبادۃ عما يستقر فی النفوس من الامور المتكررة المقبولة

عند الطباع السليمة۔^{۲۴}

عادت وہ ہے جو بار بار دہرانے سے نفس میں مرکز ہو جائے اور طبائعِ سلیمہ کے لئے قابل قبول ہو جائے (علامہ ابن عابدین^{۲۴} فرماتے ہیں کہ:

العادة ما خوزة من المعاودة فهي بتكررها ومرارها وادتها مسرة بعد

اخرى صارت معروفة مستقرة في النفوس والعقول متلقاة بالقبول

من غير علاقة ولا قرينة حتى صارت حقيقة حسوية فالعادة والعرف

بمعنى واحد من حيث لهما صدق وان اختلفا من حيث المفهوم۔^{۲۵}

عادت معاودت سے ماخوذ ہے کہ تکرار سے اور بار بار کرنے سے ایک فعل جانا پہچانا ہو

جاتا ہے اور بغیر علاقہ اور قرینہ کے عقل کے لئے قابل قبول ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حقیقت عرفیہ ہو جاتا

ہے اس لحاظ سے باعتبار صدق کے عادت اور عرف ہم معنی ہیں اگرچہ مفہوم میں مختلف ہیں۔

شرح التقریر میں ہے کہ

کسی عقلی رابطہ کے بغیر جو امر بار بار ہوتا رہے اسے عادت کہا جاتا ہے۔

نیز ابوزہرہ فرماتے ہیں کہ:

(العرف ما اعاده الناس من معاملات واستقامت عليه امورهم)

عرف وہ طریقہ ہے جس پر عمل کرنے کے لوگ عادی ہو چکے ہوں اور اس پر ان کا موروثی قائم ہو چکا ہے

نظام الحکم فی الاسلام میں اس طرح تعریف کی گئی ہے
 وهو عادة جمهور قوم فی قول او عمل و بشرط فیہ ان یکون منتشرًا بین
 اکثر الناس فی الامور التي تحتاج الی التفسیر۔
 (کسی قول یا عمل میں جمہور کی عادت، جس میں شرط ہے کہ یہ عادت اکثر لوگوں میں جاری ہو اور
 ان امور سے اس کا تعلق ہو جو فکر کے محتاج ہوتے ہیں)

(محمود فاروق الینسان۔ نظام الحکم فی الاسلام، ص ۳۹۴)

عبدالوہاب خلاف کہتے ہیں کہ

العرف هو ما یتعارفہ الناس و لیس یرون علیہ غالباً من قول او فعل
 و العرف و العادة فی لسان الشرعین لفظان مترادفان معاً و واحد
 (عرف وہ طریقہ ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہو لوگ قول یا عمل میں بالعموم اس پر چلتے
 ہوں۔ اہل قانون کی زبان میں عرف و عادت ہم معنی مترادف الفاظ ہیں)

(عبدالوہاب خلاف: دہ صادر التشریح الاسلامی فیما لائن فیہ ص ۱۴۵)

الدکتور حسین حامد حان کہتے ہیں کہ

یطلق العرف ما تعارف علیہ الناس و اعتادوه من قول او فعل لا
 ینخالف نصاب کتاب او سنة۔

(عرف وہ طریقہ ہے جس پر لوگوں کا تعارف ہو اور اس قول یا عمل کے وہ عادی ہوں اور

وہ قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو)

(المدخل لدراسة الفقه الاسلامی، ص ۲۱۳، القاہرہ)

عرف کا دوسرا نام تعامل بھی ہے۔

التعامل هو عادة الناس في المعاملات من البيع والشراء

(خرید و فروخت اور دوسرے معاملات میں لوگوں کی عادت کا نام تعامل ہے۔^{۲۸})

کوئی کام جب کسی جماعت یا معاشرہ میں ہونے لگے تو وہ تعامل کی صورت ہے۔ یہ تعامل جب

ایک جماعت یا گروہ افراد یا خاندان کے لوگوں میں جنگلی حالت میں حاصل کئے تو عادت ہے اور جب پوری

سوسائٹی کے لوگ اس کو عادتاً اختیار کر لیں تو عرف ہے۔ یہ فرقی تقریباً اس فرق سے

ملا جلتا ہے جو سامن نے Custom اور Prescription کے درمیان

بیان کیا ہے۔^{۲۹} ← (جاری)

حوالہ جات

- ۱- لسان العرب، ج: ۱۱، فصل العین حرف القاد، ص ۳۸، مصر
- ۲- لسان العرب، ج ۳، ص ۳۰۹-۳۱۸
- ۳- دنیائے اسلام، جیمز کرٹنیک، لاہور، سید اشقی لاہور، ص ۹۵
- ۴- سامن آن جو ریس پروفنٹس، ص ۱۸۹
- ۵- ایضاً صبحی محمد صانی، فلسفہ شریعت اسلام، ص ۲۹۷ (اردو)
- ۶- صبحی محمد صانی، ص ۲۹۷، ۲۹۸ (اردو)
- ۷- امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ص ۲۶، نقلی یعنی فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص ۲۷۱۔
- ۸- جواد علی، تاریخ العرب قبل الاسلام، ج ۱، ص ۲۲۳، ۲۲۶
- ۹- جواد علی، تاریخ العرب الاسلام، ص ۳۳۶-۳۳۸
- ۱۰- نواد عبدالماتی، ترجمہ تفسیر القرآن، ص ۳۵۸، ۴۵۹ (عربی)
- ۱۱- دنیائے اسلام، ص ۶۶ (اردو)

- ١٢- الرازي، ج ١٥، ص ٩٦
- ١٣- تقى امينى، ص ٢٤٣
- ١٤- ابن حجر، فتح الباري، ج ٣، ص ٣٠٥، ٣٠٦
- ١٥- ابن حجر فتح الباري ٣ : ٣٠٦ -
- ١٦- ابن حجر فتح الباري ٣ : ٣٠٦
- ١٧- ايضاً
- ١٨- فتح الباري ج ٣، ص ٣٠٦، ٣٠٧، ٣٠٨
- ١٩- ايضاً ج ٩ ص ٥٠٩
- ٢٠- ايضاً ٥١٠
- ٢١- السيوطى : الاشباه والنظائر ص ٨٩ ابن نجيم الاشباه والنظائر
- ٢٢- ابن عابدين : مجموعہ رسائل، نشر العرف، ج ٢، ص ١١٥
- ٢٣- حسن على الشاذلى، المغفل فى الفقہ الاسلامى، ص ٢٢٠ (المستقصى)
- ٢٤- ابن عابدين - ج ١٣، ٢، تقى امينى - ٢٤٢
- ٢٥- امام مالک - ابو زهره (النفوس)، ٢٣٩، شيخ غلام على
- ٢٦- ابن نجيم : ص ٩٣، ابن عابدين ج ٢ - ١١٣
- ٢٧- ابن عابدين - ١١٣
- ٢٨- تقى امينى، ص ٢٤٢
- ٢٩- سامن ٢٥٢